انسانی اعضاء کی پیوند کاری

(فقہ اسلامی کی روشنی میں خصوصی مطالعہ)

Human Organs' Transplantation

(An Exclusive Study in the light of Islamic Jurisprudence)

*قسمت خان

**ڈاکٹر منظور احمد

ABSTRACT

The religion Islam is exactly according to the need of nature and is the favorite religion of Allah. The Holy Quran besides describing order sets the legislative principles So that all problems can be solved till the day of judgment. Islam is the last religion of Allah and the sharia of Hazrat Muhammad (SAW) is the last and perfect sharia. Allah said in the Holy Quran "whoever will search another religion except for Islam, He will never be accepted "There is no disrupting or stagnation in Islam but there are continuity and fluency. Islam laws have a distinct place among all other religions of the world and these laws confront all the challenges of all ages. 1400 years ago, the simple life of Arabs or the modern world's luxurious life of cities, Islam not only provides guidance about politics, social economics, and medicine but all aspects of life. In this article, a newborn trend of Human Organs' transplantation is discussed in the light of Islamic Jurisprudence to evaluate its Fiqhi status in an appropriate way.

KEYWORDS:

Human Organ's Transplantation, Islamic Jurisprudence, Fiqhi Issue,

اسلام کی دو ایسی بنیادی خصوصیات ہیں جو اس کو دوسرے تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب کے خود ساختہ جدید وقدیم نظام ہائے زندگی سے ممتاز کرتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع دستور ہے۔ جس سے انسانی زندگی کا کوئی گوشہ باہر نہیں ہے، شخصی، طبی وعائلی مسائل، معاشیات، سیاسیات، تعزیری، فوج داری، جنگی اور دفاعی احکام، خارجہ اور داخلہ پالیسی، بین الاقوامی روابط وسلامتی کے قوانین، ریاستی نظام اور ریاست وفرد کے باہمی روابط، اخلاقی ہدایات،

---

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربیہ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ وعربیہ گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

عصری مصالح اور عرف ورواج کی رعایت اور تمام ضرورتوں کا حل۔ قانون کے یہ سارے شعبے، ان شعبوں کی تفصیلات اور اس سلسلے میں بنیادی اصول و قواعد اسلام نے اس خوبی سے پیش کر دیئے ہیں اور ان کو باہم اتنا مربوط اور متوازن رکھا ہے کہ ان پر ادنی نگاہ رکھنے والا بھی یہ ماننے کو تیار نہ ہو گا کہ اسلام محض خلوت اور نجی زندگی کا دین ہے، جلوت اور اجتماعی مسائل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی افادیت کسی خاص زمانہ اور عہد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اسکی انسانی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اور افادیت ابدی اور لافانی ہے۔ وقت کے بدلتے ہوئے حالات اور سماج کی تغیر پذیر روش اس کے مضبوط قانونی حصار کو کوئی زِک نہیں پہنچا سکتی۔ فقہاء کا طریقہ یہ بھی رہا ہے کہ جب کسی بات کا ابتلاء عام ہو جائے تو اس میں شریعت کی حدوں میں رہتے ہوئے جواز کے حیلے نکالے جائیں جن کا مقصد حرام سے بچنا اور خلاصی حاصل کرنا ہو۔

"وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام او لیتوصل بها الی الحلال فهی حسنة۔ "[1]

"ہر وہ حیلہ جو بندہ حلال کو حاصل کرنے اور حرام سے بچنے کے لئے استعمال کرتا ہے وہ بہتر ہے۔"

یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہو گی کہ شریعت اسلامی میں عقل کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اور فقہاء اسلام نے "حفظ عقل" کو شریعت کے پانچ اہم مقاصد سے ایک قرار دیا ہے۔ اسکے باوجود ضروری ہے کہ عقل کو حکم شرع کے تابع رکھا جائے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

"بہت سے احکام ہیں جو زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ بدل جاتے ہیں اس لئے کہ اہل زمانہ کا عرف بدل جاتا ہے نئی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں اہل زمانہ میں فساد (اخلاق) پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اگر حکم شرعی پہلے ہی کی طرح باقی رکھا جائے تو یہ مشقت اور لوگوں کے لئے ضرر کا باعث ہو جائے گا، اور ان شرعی اصول و قواعد کے خلاف ہو جائے گا، جو سہولت اور آسانی اور نظام کائنات کو بہتر اور عمدہ طریقے پر رکھنے کے لئے ضرر وفساد کے ازالہ پر مبنی ہے[2]۔"

جدید طبی مسائل کا حل اور دنیا کے بدلتے ہوئے نظام پر اسلامی قانون کا انطباق ان مسائل میں سے ہے، جس کو اس دور کا اہم ترین اور بنیادی مسئلہ کہا جا سکتا ہے، اور شرع اسلامی کو زندہ وحاضر اور عصری ثابت کرنے کی سب سے بہتر اور واحد صورت یہی ہے کہ ہم اسلامی قانون کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کریں کہ وہ جدید مسائل کا متوازن اور مناسب حل پیش کرتا ہو۔ آیئے چند جدید طبی مسائل پر نظر ڈالتے ہیں۔ عصر حاضر میں اعضا کی پیوندکاری ایک اہم مسئلہ ہے، ایلوپیتھک طریقہ علاج میں انسانی اعضاء کی پیوندکاری سے بھی علاج کیا جاتا ہے، میڈیکل سائنس کی حیرت

انگیز ترقی کے باعث دوسرے آدمی کی آنکھوں سے نابینا شخص بینا ہو جاتا ہے، ناکارہ دل بھی تبدیل کیا جاتا ہے، تو پیوند کاری کوئی نئی چیز نہیں ہے نباتات اور پھلوں میں اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ جلد کی پیوند کاری کا رواج تقریباً ڈیڑھ ہزار برس قبل مسیح سے ہے۔ پھر آنکھوں کی پتلی اور ہڈیوں کی پیوند کاری انیسویں صدی کے اخیر نصف میں شروع ہوئی لیکن مکمل اعضا کی پیوند کاری بیسویں صدی کے آغاز میں الیکس کیرل کے ہاتھوں شروع ہوئی۔ اعضا کی پیوند کاری کی دنیا میں اس وقت انقلاب آیا جب ۱۹۶۰ء میں اعضا کو مسترد کئے جانے سے محفوظ رکھنے والی (Immunosuppressive Drugs) ادویات بازار میں دستیاب ہوئیں۔[3] فقہاء کرام کے ہاں پیوند کاری کی مندرجہ ذیل اقسام کا ذکر ملتا ہے۔

1. غیر حیوانی (سونا چاندی، پلاسٹک، لکڑی، وغیرہ) اجزا سے پیوند کاری

غیر حیوانی اجزاء جیسے سونا، چاندی وغیرہ کی اجزاء کی پیوند کاری جائز ہے، حضرت عرفجہؓ کی ناک جاہلیت کی ایک لڑائی یوم الکلاب میں کٹ گئی تھی، انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی تھی جس میں بو پڑ گئی، حضور اقدس ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دے دی تھی۔[4] اس کے استعمال میں کوئی اختلاف نہیں تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ پیوند کاری جائز ہے۔

2. ماکول اللحم جانوروں کے اجزا سے پیوند کاری

فقہا احناف نے لکھا ہے کہ ہڈی سے علاج کرنا جائز ہے جبکہ ہڈی بکری، اونٹ، گھوڑے، یا دوسرے مذبوح جانوروں کی ہو۔[5] نیز یہ بھی تصریح کی ہے کہ اگر انسان کا دانت گر جائے تو وہ مذبوحہ بکری کا دانت لگوا سکتا ہے۔[6] پیوند کاری کی یہ دوسری صورت بھی علماء کے درمیان متفق علیہ ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ جانور حلال ہو، اور مذبوح ہو۔[7]

3. غیر ماکول اللحم کے اعضا سے پیوند کاری

اضطرار کی حالت میں خنزیر اور آدمی کے سوا باقی تمام غیر ماکول اللحم جانوروں کے اجزا کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ البتہ عصر حاضر کے اکثر فقہا نے حالت اضطرار میں خنزیر کے اجزا کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے۔[8] البتہ سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ قدیم فقہاء نے ضرورت کی بناء پر خنزیر کے بالوں سے جوتے بنانے کی اجازت دی تھی مضبوطی کی وجہ سے، اب زمانہ ترقی کر چکا ہے اس سے مضبوط دھاگے میسر ہیں لہذا اب خنزیر کے بالوں کا استعمال کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔[9]

4. انسان کے اعضا کی انسان کے جسم میں پیوند کاری

اس مسئلہ میں طرفین (امام ابو حنیفہ اور امام محمد) اور امام ابو یوسف کے درمیان اختلاف ہے۔ طرفین کہتے ہیں کہ جسم سے علیحدہ ہو جانے والا جزء اب صرف دفن کرنے کا مستحق ہے اور دوبارہ استعمال سے اسکا استحقاق ختم ہو جائے گی۔

جبکہ امام یوسف فرماتے ہیں کہ اپنے ہی جسم سے علیحدہ ہو جانے والے جزء کے استعمال میں کوئی ممانعت نہیں لہذا اسکا استعمال جائز ہے۔[10]

5. انسان کے اعضا کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری

یہی مسئلہ در حقیقت "پیوند کاری" کے عنوان سے زیر بحث ہے اور آج علمی دنیا میں جو کچھ اختلاف ہے وہ اسی کے جواز و عدم جواز میں ہے۔ اس کی بھی چند قسمیں تھیں۔

i. زندہ شخص کا اپنا عضو عطیہ کرنا

یعنی ایسا شخص جو بقائم ہوش و حواس اپنی مرضی سے اپنے جسم کا کوئی عضو عطیہ دے دے، اور وہ دوسرے شخص کے جسم میں پیوند کر دیا جائے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

اَ. خونی رشتہ دار کا عطیہ مثلاً بہن، بھائی، ماں، باپ اور اولاد وغیرہ کی طرف سے عطیہ ہو

ب. غیر خونی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کی طرف سے عطیہ مثلاً بیوی، دوست، پڑوسی وغیرہ عطیہ دیں۔[11]

ii. زندہ شخص کا اپنا عضو بیچنا

عموماً زندگی میں اعضاء بیچے یا عطیہ نہیں دئے جاسکتے، سواء گردہ کے۔

iii. مردہ شخص کا عطیہ کرنا

اس کی بھی دو قسمیں ہیں

اَ. ایسے شخص کی طرف سے عطیہ جو دماغی طور پر مردہ ہے، مگر دل دھڑک رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دل کی حرکت بند ہو جانے کے ۱۲ سے ۲۴ گھنٹے تک مکمل وفات پاتے ہیں اس دوران میں دماغی موت کی مکمل تشخیص ہو چکی ہوتی ہے، تو دل کی دھڑکن بند ہونے سے قبل (یعنی دوران خون رکنے سے پہلے) ان کے اعضاء کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً دماغی چوٹ لگنے کے بعد۔

ب. ایسے شخص کی طرف سے عطیہ جس کا دل دھڑکنا بند ہو چکا ہو، ایسے حالات میں عموماً اعضا ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ تا ہم کوشش کے بعد ۵۰ فیصد تک قابل استعمال ہو سکتے ہیں۔[12]

پیوند کئے جانے والے اعضا کی اقسام

۱۔ وہ عضو جو جسم میں ایک ہے اور اسکے بغیر زندگی نا ممکن ہے، یا وہ زندگی میں عطیہ نہیں ہو سکتے، مثلا دل۔

۲۔ وہ عضو جو جسم میں دو ہیں، مگر زندگی میں انکا عطیہ دینا ممکن نہیں۔ مثلاً آنکھیں۔

۳۔ وہ عضو جو جسم میں دو ہیں، اور زندگی میں ان کا عطیہ دینا ممکن ہے، مثلا گردے۔

وہ اعضا جو منتقل ہو سکتے ہیں:

ا: قرنیہ (۲) دل (۳) پھیپھڑے (۴) جگر (۵) لبلبہ (۶) گردے (۷) آنتیں (۸) رحم (۹) بیض۔[13]

عصر حاضر میں پیوند کاری کی مختلف اقسام

ا۔ ایلوٹرانسپلانٹ (Allow-Transplant)

ایک طرح کے جانور مثلاً بندر سے بندر میں، یا ایک انسان سے دوسرے انسان ہیں۔ اعضا کا انتقال اگر ایک انسان سے دوسرے انسان میں ہو تو اسے ہوموٹرانسپلانٹ (Homo Transplant) بھی کہتے ہیں۔

۲۔ ہیٹروٹرانسپلانٹ (Hetero transplant)

ایک نسل سے دوسری نسل میں اعضا کی منتقلی مثلاً کتے کا دل بندر میں منتقل کرنا

۳۔ آٹوٹرانسپلانٹ (Auto Transplant)

ایک شخص کا عضو اسی شخص کے جسم میں لگا دینا۔

۴۔ زینوٹرانسپلانٹ (Xenon Transplant)

کسی جانور کا عضو انسان میں لگانا۔[14]

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں

اب ان دونوں گروہوں کا موقف اور دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

عدم جواز کے قائل حضرات کا موقف

انسانی اعضا کی پیوند کاری کے بارے میں انکی رائے یہ ہے کہ انسانی اعضا (مسلمان ہو یا ذمی کافر) سے دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری قطعاً ناجائز ہے، خواہ پیوند ہونے والا عضو زندہ کا ہو یا مردہ کا، حالت اضطرار ہو یا حالت اختیار ہو، یہ منتخب فقہاء میں سے علامہ غلام رسول سعیدی اور ڈاکٹر عبدالواحد کی رائے ہے۔[15] قبل ازیں کہ ان حضرات کے دلائل ذکر کئے جائیں مناسب ہے کہ ان مقدمات کا ذکر کر دیا جائے جن پر ان حضرات کے دلائل کی بنیاد ہے۔

عدم جواز کے قائل حضرات کے بنیادی دلائل

ا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن اشیا کو حرام قرار دیا ہے وہ بلاشبہ انسانیت کے لئے مضر ہیں چاہئے ان کا ضرر انسان کے فہم میں آئے یا نہ آئے نیز یہ ضرر کبھی انسانی جسم سے متعلق ہوتا ہے کبھی روح انسانی سے اور کبھی دونوں سے متعلق ہوتا ہے۔

۲۔ انسان کو اللہ تعالی نے مکرم و معزز بنایا ہے اور اعضاء کو کٹوانے میں اسکی تکریم کی مخالفت ہوتی ہے۔[16] جیسا کہ خدائے پاک کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔[17] "اور ہم نے انسان کو عزت دی ہے۔"

۳۔ شریعت اسلامیہ نے معالجات کے بارے میں بہت سی سہولیات دی ہیں اور مریض کے لئے بہت آسانیاں پیدا فرمائی ہیں، چنانچہ مریض کے لئے عبادت میں تخفیف اور محرمات تک سے علاج اس کی ایک مثال ہے۔

۴۔ فقہانے انسان کو درپیش آنے والے مسائل کو پانچ درجات میں تقسیم کیا ہے۔

أ. ضرورت

ضرورت وہ درجہ ہے کہ جس میں انسان اس حالت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر وہ ممنوعہ چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا، اسی کو اضطراری حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی وہ درجہ ہے جس میں مردار کا کھانا، خون کا پینا وغیرہ چند شرائط کے ساتھ جائز ہو جاتا ہے۔

ب. حاجت

یعنی وہ درجہ جس میں ممنوعہ چیز کو استعمال نہ کر کے ہلاکت نہ ہو گی مگر مشقت اور تکلیف شدید ہو گی، اس حالت میں انسان کو بہت سی سہولیات شریعت کی طرف سے حاصل ہو جاتی ہیں، مگر قرآن کی حرام کردہ اشیا حلال نہیں ہوتیں۔

ج. منفعت

وہ درجہ جس میں کس چیز کے استعمال کرنے سے فائدہ تو ہو گا، مگر استعمال نہ کرنے سے نقصان نہ ہو گا، یعنی سخت تکلیف یا ہلاکت کا خطرہ نہیں، اس حالت میں نہ تو کوئی "حرام" حلال ہوتا ہے، اور نہ ہی عمومی شرعی رخصتیں ملتی ہیں۔

د. زینت

وہ درجہ ہے جس میں مثلاً بدن کو کسی خاص چیز کے استعمال سے کوئی خاص تقویت بھی نہیں ملتی بس محض تفریح ہے، اس درجہ میں تو بطریق اولی کوئی حرام حلال نہیں ہو گا۔

ہ. فضول

یہ درجہ زینت سے بھی آگے کا ہے جس میں محض ہوس ہوتی ہے، اس درجہ میں احکام شرعیہ میں کوئی رعایت تو درکنار خود اس کی مخالفت کی گئی ہے۔[18]

حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے استعمال کرنے کی شرائط

حالت اضطرار میں کسی حرام چیز کے استعمال کرنے کی تین شرطیں ہیں۔

۱۔ آدمی کی حالت واقعتاً ایسی ہو کہ حرام چیز کے استعمال نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو۔

۲۔ یہ خطرہ محض وہمی نہ ہو بلکہ معتمد معالج کی رائے پر یقینی ہو اور علاج اس معالج کی نظر میں کس حلال چیز سے ممکن نہ ہو۔

۳۔ اس حرام چیز سے شفا بھی معتمد معالج کی رائے میں عام عادت کے موافق یقینی ہو۔[19]

اگر یہ تین شرطیں متحقق ہو جائیں تو اس موقع پر اس خاص شخص کے لئے بمقدار ضرورت حرام چیز حلال ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فقہا نے لکھا ہے کہ ایسی حالت میں خون اور پیشاپ کا پینا اور مردار کا کھانا جائز ہو جائے گا۔ اب ان دلائل کے مقدمات کے بعد ان حضرات کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جو علی الاطلاق انسانی اعضا کی پیوند کاری کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔

عدم جواز کے قائل حضرات کے مزید دلائل

ا۔ ایک دلیل یہ ہے کہ انسان کو خدائے پاک نے اپنے جسم واعضا کا مالک نہیں بنایا اور اس کے پیچھے بھی انسانی عزت وتکریم کی حکمت پوشیدہ ہے، اگر انسان کو اسکے اعضا کا مالک بنایا جاتا تو ممکن ہے کہ کسی زمانے میں (جیسا کہ آج کل مشاہدہ ہے) وہ اپنے اعضا کو فروخت کرنا شروع کر دیتا یا عام لوگ اس کی وفات کے بعد یہ کام شروع کر دیتے۔[20]

اس امر کی دلیل کہ وہ خود اپنے اعضا کا مالک نہیں، مندرجہ ذیل امور ہیں۔

أ. اسلام میں خودکشی حرام ہے

اس کی بھی یہی دلیل بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنی جان کا مالک نہیں ہے رسول پاک ﷺ کا ارشاد ثابت بن ضحاکؓ سے مروی ہے:

"من قتل نفسه بشی فی الدنيا عذب به يوم القيامة"۔[21]

"جس شخص نے دنیا میں اپنے آپکو جس چیز سے قتل کیا اسی چیز سے اسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔"

ب. کسی عضو کا بگاڑنا حرام ہے

کسی بھی عضو کا بگاڑنا حرام ہے۔[22] چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت طفیل بن عمروؓ کے ہمراہ انکی قوم کے ایک فرد نے رسول ﷺ کے پاس مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں اس شخص کو موسم موافق نہ آیا اور وہ بیمار ہو گیا اور بیماری سے اس قدر تنگ آگیا کہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو کاٹ ڈالا، اس کی انگلیوں سے خون رستا رہا، یہاں تک کہ وہ مر گیا، حضرت طفیلؓ نے اس شخص کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا معاملہ ہوا، اس نے کہا، رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کے باعث میری مغفرت ہو گئی، پوچھا کہ تو نے اپنے ہاتھ کو کیوں ڈھانپ رکھا ہے، اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس عضو کو تم نے اپنے ہاتھ سے بگاڑ لیا ہم اسکی اصلاح نہیں کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے خواب سنا تو فرمایا: "اللهم والديه فا غفر"۔[23] اے اللہ اس کے ہاتھ کی بھی مغفرت کر دیجئے۔[24] جب صرف انگلیاں کٹوانے کا اتنا سخت گناہ ہے تو اعضاء کٹوانے پر کتنا بڑا گناہ ہو گا۔[25]

ج۔ انسانی اعضا کا استعمال ممنوع ہے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے:

"ان رسول الله ﷺ لعن الوا صلة والمستو صلة والو اشمة والمستو شمة"۔

"رسول اللہ ﷺ نے دوسرے کسی انسان کے بال لگانے اور لگوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[26]

د۔ مثلہ حرام ہے۔

چنانچہ ظاہر ہے کہ میت کے گردے وغیرہ نکالنے میں مثلہ ہو گا۔

اب دیکھا جائے تو پیوند کاری میں

۱۔ جسمانی ہیئت بگڑ جاتی ہے۔

۲۔ مثلہ ہوتا ہے کیونکہ اسکا عضو نکالا جاتا ہے۔

۳۔ میت کی بے اکرامی ہوتی ہے۔[27]

یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ مانعین مردہ کے اعضا سے پیوند کاری کو جائز نہیں سمجھتے تو زندہ آدمی کے جسم سے عضو نکالنے کو وہ کیسے جائز قرار دے سکتے ہیں۔

۲۔ وہ جزئیات جن میں صراحتاً یا اشارتاً پیوند کاری کی ممانعت ہوئی ہے۔ مثلاً

"الا نتفاع باجزاء الادمی لم یجز قیل للنجاسة و قیل للکرامة و هو الصحیح کذا فی جوهر الاخلاطی۔"[28]

"آدمی کے اجزا بدن سے نفع اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کی علت انسانی کے اجزاء کا منفصل حالت میں نجس ہونا ہے یا یہ کہ ان کا احترام ملحوظ ہے، اور یہی رائے کہ احترام ملحوظ ہے، درست ہے جیسا کہ جوھر الاخلاطی نامی کتاب میں ہے۔"

"واذا کان برجل جراحه یکره المعالجة بعظم الخنزیر والا نسان لانه یحرم الا نتفاع به کذا فی الکبری۔"[29]

"جب کسی انسان کا زخم ہو تو انسان اور خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا درست نہیں اسلئے کہ ان سے انتفاع حرام ہے۔"

امام شافعی فرماتے ہیں:

"وان رقع عظمه بعظم میته او ذکی لا یوکل لحمه او عظم انسان فهو کالمیته فعلیه قلعه و اعادة کل صلاة صلاها و هو علیه فان لم یقلعه جبره السلطان علی قلعه"[30]

"اگر کسی شخص نے اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈی میں مردار، غیر ماکول اللحم مذبوح جانور یا انسان کی ہڈی سے پیوند لگایا تو وہ مردار کی طرح ہے اس پر اس ہڈی کا نکالنا واجب ہے اور جتنی نمازیں اس ہڈی سمیت پڑھی ہیں انکی قضا لازم ہے اور اگر وہ اس ہڈی کو اپنے جسم میں سے نہیں نکالتا تو بادشاہ اس پر جبر کرے گا۔"

اسی طرح کی متعدد جزئیات اس بارے میں منقول ہیں۔

۳۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پیوند کاری کی اجازت دے دینے سے لاشوں کے اعضا نکالنے شروع کر دئے جائیں گے جس سے جسم انسانی کی فروخت شروع ہو جائے گی، جو انسانیت کی تذلیل اور تحقیر ہے۔

۴۔ جیسا کہ پیچھے گزرا، انسانی عضو جسم سے جدا ہوتے ساتھ ہی نجس ہو جاتا ہے اس لئے پیوند کاری کی صورت میں ایک ناپاک عضو ہمیشہ جسم میں رہے گا۔[31]

پہلے ان لوگوں کی رائے اور دلائل ذکر کیے جاتے ہیں جو پیوند کاری کو جائز قرار دیتے ہیں اس کے ان کے دلائل کی وقعت اور ان کے بارے میں نقد و جرح پیش کیا جائے گا۔

پیوند کاری کے جواز کے قائل حضرات کا مؤقف

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کے قائل حضرات میں سے بعض تو صرف زندہ بقائم ہوش و حواس انسان کے اعضا کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں۔ جبکہ بعض اس ضمن میں اپنے اعضا کے استعمال کی وصیت کر کے مرنے والے کے اعضا کی پیوند کاری کو بھی جائز سمجھتے ہیں، ان مجوزین میں مفتی منیب الرحمٰن اور مفتی تقی عثمانی بھی شامل ہیں۔[32]

پیوند کاری کے جواز کے قائل حضرات کے دلائل

جو حضرات پیوند کاری کو جائز کہتے ہیں ان کے دلائل دو طرح کے ہیں۔

اول۔ وہ دلائل جن سے صرف مردہ کے اعضا سے پیوند کاری کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

دوم۔ وہ دلائل جن سے زندہ اور مردہ دونوں کے اعضا سے پیوند کاری کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

وہ دلائل جن سے مردہ اور زندہ دونوں کے اعضا سے پیوند کاری کی اجازت مفہوم ہوتی ہے اس بارے میں مجوزین کے پاس صرف ایک دلیل ہے اور وہ ہے مصالح مرسلہ اور قواعد فقہیہ، یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ عرف و عادت اور حالت اضطرار کے بارے میں فقہا کے ذکر کردہ قواعد اور جزئیات۔[33] ان حضرات کا کہنا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر محظورات یعنی ممنوع چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں، یہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے، نیز "المشقۃ تجلب التیسیر" بھی فقہ کا مشہور قاعدہ ہے یعنی مشقت ہمیشہ آسانی لاتی ہے جہاں مشقت ہو گی وہاں شریعت آسانی پیدا کر دے گی، حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔[34]

مصلحت اور ضرورت کے تحت احکام میں تبدیلی کے لئے یہ حضرات مندرجہ ذیل جزئیات بھی بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ اگر حاملہ عورت مر جائے اور ظن غالب ہو کہ اسکے پیٹ میں موجود بچہ زندہ ہے تو اسے نکالنے کے لئے ماں کا پیٹ چاک کرنا جائز ہو گا۔[35]

۲۔ ایک شخص نے دوسرے کا موتی نگل لیا اور اسکی موت واقع ہو گئی تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے موتی نکالا جائے گا۔[36]

۳۔ جنگ میں اگر کافر مسلمان قیدیوں کو ڈھال بنالیں تاکہ مسلمان حملہ نہ کر سکیں تو اگر مزاحمت نہ کرنے کی صورت میں کافروں کی فتح اور فتح کے بعد مسلمانوں کا قتل اور قید و بند یقینی ہو تو مسلمان فوج کو ایک بڑی تعداد کی خاطر ان ڈھال بننے والے چند مسلمانوں کو قتل کرنا جائز ہو گا۔[37]

۴۔ فقہانے اگر چہ مضطر کے لئے مردہ انسان کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے۔[38] اور زندہ انسان کا گوشت کھانا جائز قرار نہیں دیا ہے تاہم اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں جسم انسانی کی قطع و برید سے ضرر شدید کا اندیشہ تھا اور پیوند کاری میں زندہ انسان کو اس کا خطرہ نہیں ہوتا۔[39] پیوند کاری کے لئے صرف میت کے اعضا لینے کی دلیل ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل فقہی فرع ہے۔

> "وان كان مباح الدم كا لحربى والمرتد فذكر القاضى ان اللمضطر قتله واكله لان قتله مباح وهكذا قال اصحاب الشافعى لا نه لا حرمة له فهو بمنزله السبا ع وان وجده ميتا ابيح اكله لان اكله مباح بعد قتله فكذلك بعد موته وان وجد معصو ماميتا لم بيح اكله فى قول اصحابنا وقال الشافعى وبعض الحنفية يباح و هو اولى لان حرمة الحى اعظم۔"[40]

> "مضطر یعنی جو حالت اضطرار میں ہو وہ اگر کسی حربی یا مرتد کو پائے جس کو قتل کرنا جائز ہو، تو قاضی ابو بکر باقلانی نے ذکر کیا ہے کہ مضطر کو اجازت ہے کہ وہ اسکو قتل کر دے اور اس کا گوشت کھالے کیونکہ اس کا قتل پہلے سے جائز ہے۔ یہی قول امام شافعی کے دیگر اصحاب کا ہے، وجہ یہ ہے کہ حربی یا مرتد کو حرمت حاصل نہیں ہے، اور وہ شریعت کی نظر میں چوپائے کی مانند ہے، اگر مضطر حربی یا مرتد کے مردہ جسم کو پائے تو اس کا گوشت کھا سکتا ہے کیونکہ وہ تو اسکو قتل کر کے اس کو کھا سکتا تھا تو اس طرح اسکی موت کے بعد بھی اس کو کھا سکتا ہے۔ اور اگر مضطر کسی ایسی لاش کو پائے جسکو قتل کرنا حرام ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مضطر کے لئے اسکا گوشت کھانا جائز نہیں جبکہ امام شافعی اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اسکا گوشت کھانا بھی جائز ہے، اور یہی قول اولیٰ ہے کیونکہ زندہ مضطر کا احترام مردہ سے زیادہ ہے۔"

المختصر یہ کہ صرف ایک صورت فقہا کے ہاں ناجائز ہے اور وہ ہے کسی ناحق مسلمان کو یا اور کسی معصوم الدم مثلاً ذمی کو ناحق قتل کرنا اسکے علاوہ مضطر کے لئے تمام صورتیں جائز ہیں۔ استدلال اسطرح ہے کہ جب مضطر کے لئے میت کو کھانا بلکہ حربی زندہ کو قتل کر کے کھالینا جائز ہے تو مردہ کے جسم سے کسی عضو کو نکال کر ضرورت کو پورا کر لینا بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے کیونکہ پیوند کاری از قسم تداوی و معالجہ اور معالجہ میں محرمات کا استعمال بھی جائز ہے، اس لئے انسانی خون کا استعمال جائز قرار دیا گیا ہے۔[41]

دونوں گروہ کے علماء نے اپنے اپنے دلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے دلائل کے جوابات بھی تحریر کئے ہیں اب ان جوابات کو بھی درج ذیل سطور میں ذکر کیا جاتا ہے۔

عدم جواز کے قائل علماء کی طرف سے مجوزین کے دلائل کے جوابات

مصلحت اور عرف کونسا معتبر ہے؟ مجوزین نے مصلحت اور عرف کو بنیاد بنایا تھا اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ مصلحت کے تحقق اور رعایت کے لئے اصولیین نے تین شرائط ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: مصلحت حقیقی ہونی چاہئے نہ کہ وہمی اور ظنی کہ واقعی اس سے کسی نفع کا حصول یا نقصان کا دفعیہ ہوتا ہے۔

۲: اس مصلحت کا نص یا اجماع سے ثابت شدہ کسی حکم سے ٹکراؤ نہیں ہونا چاہئے۔

۳: مصلحت عام ہونی چاہئے کہ جس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو فائدہ پہنچے۔[42]

اسی طرح عرف کے لئے فقہا نے شرط رکھی ہے کہ وہ عرف عام ہونا چاہئے نہ کہ عرف مشترک۔ عرف عام وہ ہوتا ہے کہ اس تعامل کے مخالف کوئی دوسرا تعامل اس کثرت سے رواج پذیر نہ ہو اور یہاں دو گروہ ہیں ایک شدومد سے پیوند کاری پر عامل ہے اور دوسرا گروہ اس سے گزیر کرتا ہے۔[43] اسی طرح جس عرف میں مفاسد ہوں وہ عرف قابل قبول نہیں، اور پیوند کاری کے باب میں بہت سے مفاسد ہیں مثلاً انسانی اعضا کی اہانت اور خرید و فروخت وغیرہ۔[44]

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو پیوند کاری کے جواز پر عرف عام کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ کسی امر میں عرف عادۃً اس وقت مغیر شرعی ہوگا، جب وہ عقلی طور پر بھی نفوس میں قرار پکڑے اور طبیعت سلیمہ کے حامل افراد اسے قبول کرلیں۔ حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ جس طرح اجماع کے لئے علما کی شمولیت ضروری ہے اس طرح عرف بھی اسی وقت قابل قبول ہوگا جب علما اس پر نکیر نہ کرتے ہوں۔[45] جبکہ پیوند کاری کے بارے میں علما کی اکثریت عدم جواز کی رائے رکھتی ہے۔[46]

مصلحت کے جواز میں ذکر کردہ مثالوں کی توضیح

مجوزین نے مصلحت کے جواز میں تین مثالیں پیش کی تھیں۔ حالانکہ تینوں میں بنیاد مصلحت نہیں بلکہ دیگر علتیں ہیں۔

۱۔ مردہ حاملہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکالنا تو حاملہ اور اسکے پیٹ کا بچہ ایک ہی چیز ہے دو چیز نہیں اس لئے اس پر قیاس ہی غلط ہے۔ جبکہ گردہ دینے والا اور لینے والا حقیقۃً، حساً اور صورۃ دو الگ الگ مغائر شخص ہیں، نیز سرجری کے عمل سے زندگی کا بچنا یقینی ہے جبکہ پیوند کاری کی صورت میں زندگی کا بچنا یقینی نہیں ہے۔[47]

۲۔ یہ زندہ بچے کے حق کو پورا کرنے کے لئے ہے، اور مردہ عورت اب احکام شریعت کی مکلفہ نہیں ہے، جبکہ گردہ کٹوانے والا آخرت میں جواب دہ ہوگا۔[48]

۳۔ نیز اگر زندہ بچہ نہ نکالا جائے تو زندہ درگور کرنا لازم آئیگا جو کہ حرام ہے، اور حالت اضطرار بھی ہے، اور حرام کو ترک کرنا فرض ہے تو بچہ نکالنا فرض ہوا، گردہ کٹوانا فرض ہے نہ حالت اضطرار ہے۔ یہ تولید کا ایک طریقہ ہے یا حادثہ سے نجات دلانے کی غرض سے ہے۔[49]

۴۔ موتی نکلنے کی صورت میں مال کا حصول میت سے متعلقہ ایک حق تھا، جسکا پورا کرنا ضروری ہے، اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ میت کے ترکہ سے اس موتی کی قیمت مثل ادا نہ ہوتی ہو۔[50] اور ترکہ نہ ہونے کی صورت میں میت کا پیٹ چاک کرنا میت کے احترام کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس نے ظلم کرکے اور حد سے تجاوز کرکے اپنے احترام کو خود ساقط کر دیا ہے۔[51]

۵۔ جہاں تک جنگ میں کافروں کا مسلمانوں کو ڈھال بنا لینا ہے تو جب تک محاصرہ ممکن ہو اور کافروں کا مسلمان علاقوں پر تسلط کا خوف نہ ہو تو مسلمان فوج کے لئے ڈھال بنے ہوئے قیدی مسلمانوں کا قتل جائز نہیں۔[52]

حالت اضطرار میں مردار کا کھانا، دلیل کا جواب

عام طور پر انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے مجوزین ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں جو صفحات بالا میں ذکر ہوئی اسکے بارے میں چند باتیں ذکر کی گئیں ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ مضطر کے لئے مردار کے کھانے پر پیوند کاری کو قیاس کرنا غلط ہے اس لئے کہ پیوند کاری علاج و معالجہ ہے اور معالجہ میں اور اکل (کھانا) میں فرق ہے۔ علاج سنت سے اکل للمضطر فرض ہے۔ اکل (کھانے) میں شبع (پیٹ بھر جانا) متیقن ہے جبکہ معالجہ میں شفا ظنی ہے۔ جبکہ بعض علما کا کہنا کہ پیوند کاری از قسم معالجہ بھی نہیں ہے کیونکہ تداوی میں فقہا نے تمام نا قابل احترام چیزیں مثلاً خون، پیشاپ وغیرہ کا ذکر کیا ہے جبکہ پیوند کاری میں قابل احترام اعضا مثلاً آنکھ، ناک، وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ اگر ایک طرف شوافع کے ہاں مضطر کے لئے لحم انسانی کے کھانے کی اجازت ہے تو دوسری طرف تداوی میں انسانی عضو کی پیوند کاری ممنوع ہے۔ نیز عضو انسانی منفصل ہو جانے کے بعد شوافع کے نزدیک نجس ہے چنانچہ عضو انسانی نجس ہوتے ہوئے پیوند کاری کی ممانعت کے باوجود اکل لحم انسانی پر قیاس کرتے ہوئے ہوئے پیوند کاری کی اجازت دینا تلفیق ہے جو جائز نہیں ملخصًا۔[53]

خون اور دودھ پر قیاس کا جواب

کچھ لوگ کہتے ہیں جب خون اور دودھ سے علاج جائز ہے جو انسانی اعضاء ہیں، تو باقی اعضاء سے بھی علاج جائز ہو گا۔
اسکے کئی جواب ہیں کہ خون اور دودھ اور انسانی اعضاء میں بڑا فرق ہے۔

ا۔ خون دینا اور دودھ تغذیہ (غذا دینا ہے) اور پیوند کاری معالجہ ہے، خون اور دودھ ایسے اجزاء نہیں ہیں جو ثابت اور قائم ہوں اور انسان کے تشخص میں دخل ہو، جبکہ اعضاء ثابت و قائم ہیں اور انسان میں دخل بھی ہے۔
پھر خون اور دودھ کے اخراج سے دوسرا خون اور دودھ پیدا ہو جاتا ہے، جسمانی ساخت میں فرق نہیں پڑتا، جبکہ اعضاء کے کٹنے سے دوسرے اعضاء پیدا نہیں ہوتے اور جسمانی ساخت و تشخص میں بھی فرق آجاتا ہے۔[54]

۲۔ خون سے معالجہ کی اجازت خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد پر بند ہوتا ہے اس پر پیوند کاری کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔[55]

۳۔ خون کے اخراج میں کسی عضو کی قطع و برید نہیں ہوتی۔

۴۔ بسا اوقات خون کا اخراج ناگزیر ہوتا ہے جیسے نکسیر کی صورت میں، اور جن حضرات کے نزدیک پیوند کاری معالجہ نہیں ان کے نزدیک تو خون پر قیاس ویسے ہی غلط ہے۔[56]

عدم جواز کے قائلین کے دلائل پر مجوزین کے اعتراضات

پہلا اعتراض یہ ہے کہ پیوند کاری میں اہانت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اہانت کا کوئی مستقل معیار شریعت نے مقرر نہیں کیا اور جہاں شریعت نے کوئی مستقل معیار مقرر نہ کیا ہو، عرف وہاں حاکم ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

" قال الفقها ایضا کل ما ورد به الشرع مطلقا ولا ضابط له فیه ولا فی لغة یرجع فیه الی العرف کالحرز فی السرقة"

”فقہا نے کہا ہے کہ جو چیز شریعت میں مطلقاً وارد ہوئی ہے اور اس کے لئے شریعت میں کوئی ضابطہ نہیں ہے تو عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسے سرقہ میں حفاظت کا مقصداق“۔

چنانچہ اب اہانت کا مفہوم عرف پر ہی معتبر ہو گا اور عرف اب پیوند کاری میں اہانت کا نہیں ہے بلکہ اگر مر دوصیت کر کے جائے کہ میرے اعضا استعمال کر لئے جائیں تو معاشرے میں اسے عزت و تکریم سے نوازا جاتا ہے۔[57]

نیز یہ کہ محض انسانی جان کے بچاؤ کے لئے فقہا نے قرآنی آیات تک کو خون وغیرہ سے لکھنے کا جواز فراہم کیا ہے۔

"والذی رعف فلا یر قائ دمه فارادان یکتب بد مه علی جبهته شیاً من القران قال ابو بکر یجوز۔"

”جس شخص کو نکسیر ہو اور خون بند نہ ہوتا ہو وہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن کا کوئی حصہ

لکھنا چاہئے تو ابو بکر کہتے ہیں جائز ہے"۔

نیز فقہانے محض انسانی جان کی بقا کے لئے بہت سی قابل احترام چیزوں کی اہانت برداشت کی ہے۔[58] انسانی اعضا کے استعمال کی ممانعت والی دلیل کا مجوزین کی طرف سے جواباً انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے جواز کے قائل حضرات کہتے ہیں کہ انسانی اعضا کے استعمال کی ممانعت جس حدیث پاک سے معلوم ہوتی ہے اس میں انسانی بالوں کے استعمال سے محض زینت مطلوب ہے لہذا وہاں وجہ لعنت زینت ہے نہ کہ انسانی بالوں کا استعمال کرنا۔[59] خاص کر اجنبی مردوں کے سامنے اپنے آپ کو دلکش بنانا مراد ہے۔[60] لیکن اگر ایسا ہو تا تو جانوروں کے بالوں کے استعمال پر بھی پابندی ہوتی حالانکہ ایسا نہیں۔ نیز اسے تزئین کے ساتھ خاص کرنا تمام شراح حدیث کی تشریحات کو نظر انداز کرنا ہے، شراح نے اس حدیث سے مطلقاً اعضا انسانی کے استعمال کی ممانعت سمجھی ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے۔[61] یہ اعتراض کہ پیوند کاری کی اجازت سے انسان قابل خرید و فروخت چیز بن جائے گا۔[62] مجوزین کہتے ہیں اس خدشہ کا بلاشبہ اندیشہ ہی نہیں، بلکہ مشاہدہ ہے اس کے لئے قانون سازی کی جانی چاہئے۔[63]

انسانی اعضا کی خرید و فروخت

انسانی اعضا کی خرید و فروخت کے سلسلے میں چند امور قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ شریعت نے بعض مواقع پر انسانی جان اور انسانی اعضا کو متقوم (قیمت والا) ٹھہرایا ہے یہ اس وقت ہے جب انسان کو ہلاک کر دیا جائے یا اس کا کوئی عضو تلف کر دیا جائے۔

۲۔ پورے انسانی جسم کی خرید فروخت بھی حرام ہے

۳۔ انسانی بال اور دودھ یہی دو چیزوں تھیں جن سے گزشتہ زمانے میں فائدہ اٹھایا جاتا تھا، فقہانے ان میں سے بالوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کی ہے، اور وجہ احترام آدمیت کو ٹھہرایا ہے۔

"وشعر الا نسان والا تنفاع به اى لم يجز بيعه لان الا دمى مكرم غير مبتذل فلا يجوز ان يكون شئ من اجزا ه مها نا مبتذلا۔"[64]

۴۔ علامہ شامی نے بالوں کی طرح انسانی ناخنوں کی خرید و فروخت کو بھی ممنوع ٹھہرایا ہے۔[65]

۵۔ دودھ کی خرید و فروخت میں اختلاف ہے، احناف نے احترام آدمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ البتہ امام یوسف نے اسے جائز رکھا ہے شوافع اور مالکیہ کے نزدیک بھی جائز ہے اسی طرح ابن قدامہ حنبلی، ابن مفلح اور دیگر حنابلہ بھی جواز ہی کی طرف گئے ہیں۔[66]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تحقیق یہ ہے کہ جن اشیا سے بوجہ نجاست یا بوجہ حرمت انتفاع نہ ہو سکے اگر وہ قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی خرید و فروخت جائز ہے جیسے گوبر اور ریشم کے کیڑے کی فروخت جائز قرار دی گئی ہے۔ نیز یہ کہ

اگر کسی شئے کی خرید و فروخت اصلاً ممنوع ہو اور وہ کسی نص صریح کے خلاف نہ ہو لیکن انسانی ضرورت اور تعامل اس کے جواز کا تقاضا کرتے ہوں تو اس کی بیع جائز ہو جاتی ہے۔ لہذا ان دو امور سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانی اعضا کی از راہ مجبوری خریداری جائز ہے، فروخت جائز نہیں ہے۔[67]

منتخب فقہاء کی آراء

علامہ غلام رسول سعیدیؒ کہتے ہیں کہ سونے چاندی کی دہات اور پاک جانوروں کے اعضاء اور ہڈیوں سے پیوند کاری جائز ہے، البتہ کسی زندہ یا مردہ انسان (مسلمان ہو یا ذمی کافر) کے اعضاء کو دوسرے انسان میں لگانا جائز نہیں ہے حالت اضطرار ہو یا حالت اختیار ہو۔[68] ڈاکٹر مفتی عبد الواحد کہتے ہیں کہ ایک محدود حد تک پیوند کاری کی اجازت ہے۔ مثلاً (Needle Biopsy) کے ذریعے معطی کے جگر کے کچھ خلئے لے کر مریض کے جسم میں داخل کر دیئے جائیں جن میں تقسیم در تقسیم کے عمل سے اضافہ ہو جائیگا۔ اسی طرح اس عمل کے ذریعے ہڈی کا گودہ (Marrow Bone) حاصل کر کے مریض کے جسم میں داخل کرنا جائز ہو گا۔[69] مفتی تقی عثمانی کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جدا شدہ عضو کو دوبارہ اسی جگہ لگا دے تو یہ عضو پاک ہے، اسی کے ساتھ نماز بھی ہو جائیگی، اسے دوبارہ اکھاڑنے کا حکم نہیں دیا جائیگا لہٰذا یہ پیوند کاری جائز ہے۔[70] مفتی منیب الرحمٰن مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آدمی اپنے بالوں کو طبی عمل سے سر پر اگائے تو یہ پیوند کاری جائز ہے۔[71]

خلاصہ بحث

اگر فقہی جزئیات اور فقہا کے ذکر کردہ قواعد کی طرف نظر کی جائے تو مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر عدم جواز کے قائل حضرات کے دلائل اور مسلک زیادہ مضبوط معلوم ہوتا ہے:

۱۔ بعض جزئیات صراحتاً انسانی ہڈی سے پیوند کاری کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ الام کے حوالے سے صریح مسئلہ گزر چکا ہے۔

۲۔ انسانی جسم کی اہانت کی ممانعت پر اتنی کثیر فروعات موجود ہیں کہ ان سے صرف نظر کرنا مشکل ہے۔

۳۔ محض مصلحت مرسلہ یا عرف پر جدید مسائل کا فیصلہ کر دینا دین میں خود سری ہے۔ پیوند کاری کے کھلی رخصت دے دینا انسانی لاشوں بلکہ زندوں کی خرید و فروخت کی کھلی چھٹی دے دینے کے مترادف ہے اور عملاً صورت حال اس سے کہیں گھمبیر ہے۔ پاکستان گردوں کی خرید و فروخت کی عالمی منڈی بن چکا ہے۔

مولف کی رائے

اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اسکا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے عضو کی اس کے جسم میں پیوند کاری نہ کی جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی اور سوائے

عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت کے کوئی راستہ اسکی جان بچانے کا نہیں ہے اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائیگی اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے تو ایسی ضرورت و مجبوری اور بے بسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوند کاری کروا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح کا کوئی راستہ نکالنا چاہئے۔

نتائج بحث:

1. دین اسلام فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اس میں انسان کی تمام ضروریات کا حل موجود ہے۔
2. حلات زمانہ کے تغیر سے احکام میں بھی تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے جسکی اسلام میں گنجائش موجود ہے۔
3. اسلامی جدید طبی مسائل کے حل سے ہم حلال پر کاربند اور حرام سے چھٹکارہ حاصل کر سکتے ہیں۔
4. انسانی اعضاء کی پیوند کاری عام حالات میں ناجائز ہے البتہ ضرورت واضطرار کے تحقق کے بعد جائز ہے اسی طرح سونے چاندی کی دہات، پاک جانوروں کے اعضاء اور ہڈیوں سے پیوند کاری جائز ہے، اپنے جدا شدہ عضو کو دوبارہ اسی جگہ لگا دینا اور آدمی کا اپنے بالوں کو طبی عمل سے سر پر اگانا تو یہ پیوند کاری جائز ہے۔ اسکے علاوہ ناجائز ہے۔ اسی طرح انسانی اعضاء کی خرید و فروخت اور وصیت بھی ناجائز ہے

سفارشات و تجاویز:

1. جدید طبی مسائل کے حل کے لئے تمام مکاتب فکر کے علما کرام کو حکومتی سرپرستی میں مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔
2. تغیر پزیر اور غیر تغیر پزیر مسائل کی نشاندہی کرنی چاہے۔
3. میڈیکل سٹاف کے ساتھ مل کر فقہی اصولوں کے تحت جدید مسائل کا حل نکالنا چاہیئے۔
4. سیمینارز، کانفرنسز اور مختلف تربیتی پراگرامز کے ذریعے لوگوں کو جدید طبی مسائل اور انکے حل سے آگاہ کرنا چاہئے۔
5. پیوند کاری کے کھلی رخصت دے دینا انسانی لاشوں بلکہ زندوں کی خرید و فروخت کی کھلی چھٹی دے دینے کے مترادف ہے اور عملاً صورت حال اس سے کہیں گھمبیر ہے۔ پاکستان گردوں کی خرید و فروخت کی عالمی منڈی بن چکا ہے۔ لہذا عام حالات میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری ناجائز ہے، لہذا اجازت نہیں ہونی چاہئے البتہ ضرورت واضطرار کے تحقق کے بعد جائز ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ سہالوی، نظام الدین، فتاویٰ عالمگیری، قدیمی کتب خانہ، کوئٹہ، 2016، 4/386

2۔ ابن عابدین، رسائل، سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ، 2/125

3۔ ایم امان اللہ، ڈاکٹر، اعضاء کی پیوند کاری، ایک طبی خاکہ، مشمولہ جدید فقہی مباحث (مرتب) مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، س۔ن، 1/169

4۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، لاہور: فرید بک سٹال، 2003، 2/858

5۔ زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم المصری الحنفی، البحر الرائق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2013ء، 8/233

6۔ الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود، الامام، بدائع الصنائع، دار الحدیث، القاہرہ، س۔ن، 5/132

7۔ محمد اسماعیل، مولانا، حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، 2004ء، ص: 92

8۔ مجاہد الاسلام قاسمی، (مرتب) اہم فقہی فیصلے، ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی، 1999ء، ص: 112

9۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، 6/534

10۔ الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود، الامام، بدائع الصنائع، 5/132

11۔ سعید اختر، ڈاکٹر، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، طبی نقطہ نظر، ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی، 1999ھ، ص: 233۔234

12۔ سعید اختر، ڈاکٹر، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، طبی نقطہ نظر، ص: 233۔234

13۔ ایضاً، ص: 234

14۔ ایضاً، ص: 233

15۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/855

16۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/865

17۔ سورۃ الاسراء: 17/70

18۔ حموی، احمد بن محمد، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، ادارۃ القرآن والاسلامیہ، کراچی، 1418ھ، 1/252

19۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/841

20۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم،، 2/861

21۔ ابوالحسین، مسلم بن حجاج قشیری، امام، صحیح مسلم، نور محمد اصح المطابع، کراچی، 1375ھ، 1/104

22۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 351

23۔ ابوالحسین، مسلم بن حجاج قشیری، امام، صحیح مسلم، 1/74

24۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 352

25۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/866

26۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 351

27۔ ایضاً، ص: 353

28۔ سید امیر علی، (مترجم) فتاوی عالمگیری، 5/354

29۔ ایضاً

30۔ محمد بن ادریس، شافعی، الام، مصر: دار الوفاء، 2001ء، 1/54

31۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/842

32۔ منیب الرحمان، مفتی، تفہیم المسائل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2013ء، 6/462

33۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، زمزم پبلشرز، کراچی، 2012ء، 5/46

34۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 353

35۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، 9/176

36۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 354

37۔ ایضاً، ص: 354

38۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/858

39۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، 5/53-54

40۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 359

41۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، 5/52

42۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 356

43۔ ایضاً، ص: 355

44۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 355-356

45۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، امداد الفتاویٰ، 3/32

46۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/867

47۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، 9/177

48۔ ایضاً

49۔ ایضاً

50۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 358

51۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، 9/166

52۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 358

53۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 361-362

54۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/855

55۔ ایضاً، 2/856

56۔ ایضاً

57۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، 5/49

58۔ ایضاً، 5/51۔52

59۔ ایضاً، 5/53

60۔ منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، 6/462

61۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص:353

62۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، 9/166

63۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، 5/54

64۔ زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم المصری الحنفی، البحر الرائق، 6/18

65۔ ابن عابدین، شامی، ردالمختار، 5/246

66۔ زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم المصری الحنفی، البحر الرائق، 6/87

67۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، 5/57۔59

68۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2/882

69۔ عبد الواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص:363

70۔ تقی عثمانی، مفتی، فقہی مقالات، 5/121

71۔ منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، 6/462